

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صَافِيهِ لِمَا وَقَعَ بَيْنَ

علی و معاویہ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

مفتی اسلام

تالیف

شیخ الحدیث والتفسیر

پیرسائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

رحمۃ للعلمین پبلی کیشنز گلی نمبر 7 بشیر کالونی سرگودھا۔

048-3215204-0303-7031327

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ

وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ آمَنًا

چند ماہ پہلے ہمیں گھر بیٹھے بٹھائے ایک خط موصول ہوا جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سخت گستاخانہ طریقے سے بارہ سوال داغے گئے تھے۔ ان سوالات کے ساتھ یہ خط بھی موجود تھا جس میں علماء حق کو اس بدتمیز خط کا جواب لکھنے پر مجبور کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ خط ہم لفظ بلفظ شائع کر رہے ہیں۔ اسے پڑھ لینے کے بعد آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ہماری طرف سے جواب منظر پر آنے کی تمام تر ذمہ داری سائل پر عائد ہوتی ہے یا پھر سائل کو استعمال کرنے والی لابی پر عائد ہوتی ہے۔ خط یہ ہے۔

بخدمت جناب پروفیسر ہارون الرشید تبسم صاحب و علمائے ربانی سرگودھا
السلام علیکم! دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے۔ آپ دین کی خدمت کرتے رہیں، مخلوق خدا آپ کے علم سے سیراب ہوتی رہے۔ ہمیں ایک ایسی جماعت سے مجادلہ کا معرکہ پیش آ گیا ہے جس نے ہمارے مسلک کو چیلنج کیا ہے۔ کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پیش کردہ سوالات کے تحریری جوابات پیش کریں اگر جوابات پیش نہیں کر سکتے تو ہمارا موقف جو سراپا حق ہے قبول کر لیں کہ یہی بات اہل حق کے شایان شان ہے۔

ہم نے مقامی علماء سے الگ الگ رابطہ کیا اور انہیں صورت حال سے باخبر کر کے راہنمائی کی التجا کی۔ مگر ہر ایک نے تحریری جوابات دینے سے گریز کیا۔ اور کچھ علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے اسے مت چھیڑو۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ کیا اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں بھی یہ مسئلہ اختلافی ہے؟ تو مولانا صاحب خاموش ہو گئے۔ مزید میں نے عرض کیا کہ اختلاف میں بھی ہمیشہ ایک فریق حق پر ہوتا ہے جبکہ دوسرا غلطی پر۔ تو اس مسئلہ میں بھی ہمیں حق کا پہلو تلاش کرنا چاہیے۔ خاموشی اور تذبذب کا رستہ تو نفاق کی علامت ہے۔ اہل حق ہمیشہ حق کو قبول کر کے اس کی تائید کرتے ہیں جبکہ باطل کو رد کر کے اس کی پرزور تردید کرتے ہیں۔ یا تو

ہم لکیر کے فقیر بن کر اندھی تقلید کے قائل بن کر ہٹ دھرم ہو چکے ہیں۔ یا باطل کا جواب دینے کی ہمارے پاس علمی استعداد نہ ہے۔ یا پھر ہم ضد اور تعصب کا شکار ہو کر حق سے چشم پوشی کر رہے ہیں۔ اور حق کو قبول کرنے والے جذبہ ایمان سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس صورت حال میں ہم ذناب فی ثیاب کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ جو ایمان سوز اور تباہ کن ہے۔

آپ سے خدا و مصطفیٰ ﷺ کے نام پر التجا ہے کہ ہماری راہنمائی فرمادیں ہمیں ان سوالات کے جوابات سے آگاہ فرمادیں تاکہ ہمیں اطمینان قلب نصیب ہو۔ ہمیں تذبذب کی کیفیت سے نکال کر یقین کی منزل پر لائیے۔ اگر آپ نے بھی خاموشی اختیار کی، حق کو چھپایا اور ہماری راہنمائی نہ فرمائی تو روز قیامت آپ جواب دہ ہوں گے۔ خدا کی بارگاہ میں کیا منہ دکھاؤ گے۔ علماء ربانی کی یہ شان نہیں کہ وہ حق کو چھپائیں۔ حق کو چھپانا تو سب سے بڑا ظلم و تعدی ہے۔ حق کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔ جب ہم اہل حق ہیں تو پھر خاموشی کا کیا مطلب ہے۔ کیا باطل کی تردید ضروری نہیں؟ جبکہ دوسرا فریق دعوے سے کہتا ہے کہ آپ سوالات کے جوابات پیش کر کے حق کو سامنے لائیں ہم قبول کرنے کو تیار ہیں کہ قرآن و سنت میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔ امید ہے آپ مایوس نہیں فرمائیں گے۔ اور اہل حق ہونے کا ثبوت پیش کریں گے اور ہماری راہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

طالب حق: غلام رسول نقشبندی خطیب مرکزی جامع مسجد ریلوے روڈ میانوالی۔
 واضح رہے کہ خط کے ٹائٹل پر جن صاحب کو مخاطب کیا گیا ہے ہم ان سے متعارف نہیں ہیں اور نہ ہی ہم نے انہیں سرگودھا کے علماء میں شمار ہوتے سنا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ان سوالات کے جواب ہم نے سائل کو ذاتی طور پر اس کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیے تھے مگر افسوس کہ اسکے باوجود سائل نے علماء کی طرف وہی گھسے پٹے سوالات بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ سائل کی اس حرکت سے ہم معاملے کی تہہ تک پہنچ چکے ہیں مگر فرض کفایہ کی ادائیگی کی غرض سے سائل کے سوالوں کے جواب شائع کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ جو جوابات ہم نے سائل کو ذاتی طور پر بھیجے تھے، یہ مضمون ان کی نسبت زیادہ مفصل ہے۔

سوالوں کے جواب

سوال نمبر 1۔ فرمانِ خدا ہے۔ ایک مومن کو عہدِ اُقتل کرنے والا دائمی جہنمی ہے۔ اس پر اللہ کا غضب و لعنت ہے اور اس کیلئے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔ تو جس نے خلیفہ راشد سے بغاوت کر کے بے شمار صحابہ کا قتل عام کرایا وہ کس قدر اللہ کے غضب و لعنت کا مستحق ہوگا۔ وہ آپ کے علم و اعتقاد میں جنتی ہے جہنمی؟

جواب :- اولاً آپ نے جو فرمانِ خدا نقل کیا ہے اس کے بارے میں جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جو توبہ نہ کرے (بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۲۳۱)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ يَعْنِي جَوْشَخُص تَوْبَهُ كَرَّعَ فِي ضَرْوَرِ بَخْشَتِهِ وَاللَّاهُ

(طہ: ۸۲)۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ سو آدمیوں کے قاتل نے جب سچے دل سے توبہ کی تو اللہ نے اسے بخش دیا (بخاری، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۹، المستند صفحہ ۲۵۷)۔

نیز مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے لیے ہے جس نے مسلمان کے قتل کو حلال سمجھا (ابن جریر جلد ۴ پارہ ۵ صفحہ ۲۶۶، بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۲۳۱)۔

ثانیاً اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اچھی نیت سے اپنی لاش جلانے کی وصیت کرنے والا بخشا گیا (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۵۹) اور بُری نیت سے جہاد کرنے اور علم پڑھانے والا جہنم میں گیا (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)۔ مولانا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی نیت درست تھی۔ حضرت ابوذر داء اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کرانے کیلئے زبردست کوشش فرمائی۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری جنگ عثمان کے خون کی وجہ سے ہے۔ علی نے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ انکے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہمیں عثمان کے قاتلوں سے خون کا بدلہ دلوائیں، اہل شام میں سے سب سے پہلے میں ان کے ہاتھ پر بیعت کروں گا (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۴۹)۔ مولانا علی خود فرماتے ہیں کہ ہمارے اور معاویہ کے درمیان اور کوئی اختلاف نہیں تھا، صرف خون عثمان کے بارے میں غلط فہمی ہو گئی تھی (حاصلِ نفع البلاغہ صفحہ ۴۲۴)۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اتنی قتل و غارت کے بعد بھی انہیں مسلمان قرار دیا ہے حدیث فِئْتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰)۔ جسے حضور ﷺ مسلمان قرار دیں، ہمارے علم اور اعتقاد میں وہ جنتی ہے اور جو شخص اسے مغضوب، ملعون اور جہنمی کہے وہ خود مغضوب، ملعون اور جہنمی ہے اور حبیبِ کبریا ﷺ سے ٹکر لے رہا ہے۔

ثالثاً حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت اخف بن قیس فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی کی مدد کے

لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں میری ملاقات ابو بکرہ سے ہوئی، انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا اے اخف! واپس چلا جا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَلِقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ یعنی جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے آ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں (مسلم جلد ۲ صفحہ ۸۹، بخاری جلد ۱ صفحہ ۹)۔

اس حدیث کو اگر آپ کی عینک سے پڑھا جائے تو دونوں طرف کے لشکر معاذ اللہ جہنم میں جا رہے ہیں، خواہ حق پر کوئی بھی ہو۔ اور اگر یہاں تاویل ضروری ہے تو یہی تاویل حدیث عمار میں بھی ضروری ہے۔

سوال نمبر 2۔ قرآن و سنت کی رو سے صحابی و باغی کی تعریف و جزا کیا ہے؟ کیا صحابی اور باغی کو ایک ہی زمرہ میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہ؟

جواب:- جس مسلمان نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور مرتد نہیں ہوا وہ صحابی ہے۔

قرآن شریف میں اللہ کریم جل شانہ کا ارشاد ہے کہ وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيئَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ یعنی اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے تو جو بغاوت کرتا ہے اس کے خلاف اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع نہیں کرتا (الحجرات: ۹)۔

اس آیت میں مومنین کے دو گروہوں کا ذکر ہے جو آپس میں لڑ پڑیں۔ حکم یہ ہے کہ مومنوں کا ایک گروہ اگر مومنوں کے دوسرے گروہ پر بغاوت کرے تو مظلوم کا ساتھ دو۔ یہاں بغاوت کرنے والے کو بھی مومن کہا گیا ہے اور جس کے خلاف بغاوت کی گئی ہو اسے بھی مومن کہا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی ہونے کے باوجود مومن ہے۔

اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے وَيَنْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ یعنی ظلم کرنے والے لوگ حق کے بغیر بغاوت کرتے ہیں (شوری: ۴۲)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک بغاوت حق پر ہوتی ہے اور دوسری بغاوت حق کے بغیر ہوتی ہے۔ یہی بات اہل لغت نے بھی لکھی ہے۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ یہی آیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ فَخَصَّ الْعُقُوبَةَ بِبَغْيِهِ بِغَيْرِ الْحَقِّ یعنی اللہ تعالیٰ نے حق کے بغیر بغاوت کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے (مفردات

راغب صفحہ ۵۳)۔ اسی آیت سے لفظ بغاوت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اَلْبَغْيُ قَدْ يَكُونُ مَحْمُودًا وَمَذْمُومًا یعنی بغاوت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی (مفردات صفحہ ۵۳)۔

المنجرد میں بغاوت کے دو معنی لکھے ہیں (۱) تلاش کرنا یا مطالبہ کرنا (۲) ظلم اور نافرمانی کرنا (المنجد اردو صفحہ ۹۴)۔

قرآن اور لغت کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ باغی کا لفظ وسیع ہے اور ہر باغی کا فر اور جہنمی نہیں ہوتا بلکہ اس لفظ کا اطلاق مومنین صادقین پر بھی ہوتا ہے۔

ثانیاً باغی کا معنی کچھ بھی ہو، نبی کریم ﷺ اپنے کسی غلام کیلئے یہ لفظ استعمال فرمائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ ﷺ بڑے ہیں اور چھوٹوں کو تنبیہ اور سب کر سکتے ہیں۔ جس طرح اللہ کریم نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ فَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى (طہ: ۱۲۱)۔ اس آیت کا ترجمہ علماء نے اس طرح فرمایا ہے کہ آدم سے اپنے رب کا حکم بجالانے میں بھول ہوئی تو جنت سے بے راہ ہو گئے۔ حالانکہ قرآن کے اصل الفاظ عَصَى اور غَوَى بڑے سخت الفاظ ہیں۔ عَصَى کا لفظی معنی ہے نافرمان ہوا اور غَوَى کا لفظی معنی ہے گمراہ ہوا۔ کیا آپ یہ جرأت کر سکتے ہیں کہ جس طرح آپ نے حضرت امیر معاویہ کو بغاوت کے لفظ کی وجہ سے باغی کہا ہے اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بھی عاصی اور غاوی کہہ دیں؟

اگر آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت تاویل پر مجبور کر رہی ہے تو اسی طرح ہمیں بھی حضرت امیر معاویہ کی صحابیت اور ان کے فضائل تاویل پر مجبور کر رہے ہیں۔

ثالثاً جسے ہم صحابی کہہ رہے ہیں اور آپ باغی و مرتد ثابت کر رہے ہیں اسی کو نبی کریم ﷺ نے مولا علی سے جنگ لڑ چکنے کے بعد مسلمان قرار دیا ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰)۔ لہذا نبی کریم ﷺ کے فیصلے کے مطابق وہ صحابی ہی تھے۔ باغی و مرتد نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ معاویہ کو کچھ نہ کہو، وہ رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، باغی اور مرتد نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر پار جہاد کرے گا ان پر جنت واجب ہو چکی ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)۔ سب سے پہلے سمندر پار جہاد کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس حدیث میں اُن کی واضح اور زبردست منقبت موجود ہے فِی هَذَا الْحَدِيثِ مَنْقَبَةٌ لِمُعَاوِيَةَ (حاشیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں نہ کہ باغی اور مرتد۔ اور جو شخص اتنی تصریحات کے باوجود امیر معاویہ پر زبان درازی کرتا ہے، وہ خود باغی ہے اور مرتد ہو کر مرے گا

مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ جو اللہ کے ولی سے عداوت رکھتا ہے اس کے خلاف اللہ کا اعلان جنگ ہے۔

سوال نمبر 3۔ احادیث متواترہ کا ماننا مثل قرآن ضروری ہے۔ ایسی متواتر حدیث کے خلاف اعتقاد و عمل ہدایت ہے یا گمراہی؟

جواب:- حدیثِ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ متواتر نہیں۔ اور اگر اسے کسی نے متواتر کہہ بھی دیا تو بالتحقیق اس حدیث کا تواتر ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اس حدیث کے تواتر پر آپ کا وثوق آپ کی خود غرضی اور عدم تحقیق کا بہترین مظہر ہے اور اگر یہ حدیث متواتر ہو بھی تو پھر کیا ہوا؟ کس بد بخت نے اس حدیث کا انکار کیا ہے؟ انکار تو ہم صرف اس مفہوم کا کر رہے ہیں جو آپ نے پوری امت کے خلاف محض اپنی ذاتی رائے سے کشید کر لیا ہے۔ بتائیے اس حدیث سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جہنمی ہونا کہاں سے ثابت ہوا۔

بعض اوقات بغاوت کرنے والا ظالم ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتل باغی ظالم تھے۔ کبھی حکمران اور بغاوت کرنے والے دونوں مجتہد ہوتے ہیں اور محض غلط فہمی کی بنا پر جنگ ہو جاتی ہے جیسا کہ مولانا علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں جنگ ہوئی اور مولانا علی و سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی۔ یہ دونوں بزرگ ہستیاں اپنی اپنی تحقیق کے مطابق حق پر تھیں۔ اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فوج کو باغی گروہ قرار دیا ہے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۵) اسی فوج کو مسلمان گروہ بھی قرار دیا ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰) اور مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرما رہے ہیں کہ یہ محض غلط فہمی تھی (نہج البلاغہ صفحہ ۴۲۴)۔

سوال نمبر 4۔ اجتہاد کی تعریف۔ اجتہاد کب روا ہے۔ اجتہاد بالقلم یا بالسیف ہے۔ وہ کیا شرائط ہیں جن کا مجتہد میں پایا جانا ضروری ہے۔ جس سے وہ درجہ اجتہاد کو پہنچتا ہے اور مجتہد کو اپنی صریح خطا کا علم و یقین ہونے پر رجوع کرنا ضروری ہے یا نہ؟

جواب:- جس مسئلے کا حل قرآن و سنت اور اجماع میں نہ ملے قیاس کے ذریعے اس کا حل نکالنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ واضح حکم موجود نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجتہد کے لیے قرآن و سنت کا عالم ہونا اور اجماعی مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے۔ مجتہد کو اپنی خطا کا علم ہو جائے تو اس پر رجوع کرنا لازم ہے لیکن اگر اسے اپنی خطا کا علم نہ ہو سکے اور وہ خود کو حق پر ہی سمجھ رہا ہو تو اس کی خطا معاف ہے بلکہ اسے اجتہادی خطا پر بھی اجر ملے گا (مسلم و بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۴)۔

ثانیاً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مولا علیؑ کے خلاف جنگ کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ مسئلہ واقعی اجتہادی تھا اور اس میں غلط فہمی کی واضح گنجائش موجود تھی اور صرف امیر معاویہ ہی نہیں بلکہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی اس غلط فہمی کا شکار ہوئیں۔ مجتہد کا اپنے موقف پر ڈٹے رہنا یا اس سے رجوع کر لینا ایک الگ بحث ہے۔

ثالثاً اجتہاد کی شرائط کچھ بھی ہوں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہؓ کو مجتہد (فقیہ) قرار دیا ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)۔ لہذا یہ سوال آپ ابن عباسؓ سے پوچھیے کہ مجتہد کی شرائط کیا ہیں اور آپ نے معاویہ کو فقیہ کیوں قرار دیا ہے۔

سوال نمبر 5۔ نبی پاک ﷺ کو بالواسطہ یا بلاواسطہ گالیاں دینے والا، تنقیص و توہین کرنے والا، بغض و عداوت رکھنے والا، نافرمانی کرنے والا مومن ہے یا منافق و مرتد؟

جواب: ۱۔ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کو دی جانے والی وہ گالی جو نبی کریم ﷺ تک پہنچے گی اس سے مراد نبی گالی ہے (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۸)۔

۲۔ نبی کریم ﷺ کو گالیاں دینے والا، تنقیص و توہین کرنے والا، صریح نافرمانی کرنے والا کافر ہے اگر پہلے مسلمان تھا تو اب مرتد ہو جائے گا۔

۳۔ نبی کو گالی دینے اور صحابی کو گالی دینے میں یہ فرق ہے کہ نبی کو گالی دینا کفر و ارتداد ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ جب کہ صحابی کو گالی دینا فسق و فجور ہے اور اس کی سزا کوڑے مارنا ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)۔ یہ ایک عام آدمی کی بات ہو رہی ہے کہ اگر ایک عام آدمی صحابی کو گالی دے تو اسے کوڑے مارے جائیں۔ لیکن اگر صحابہ کی آپس میں کوئی غلط فہمی ہو جائے اور ایک صحابی دوسرے صحابی کو گالی دے تو یہ صورت حال بالکل مختلف ہے۔ دونوں طرف صحابی ہیں اور چوٹ برابر کی ہے، اگرچہ درجات کا فرق سہی۔ یہاں ہمارے لیے منہ بند رکھنا لازم ہے۔

۴۔ مگر یہاں یہ بات واضح رہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کبھی گالی نہیں دی۔ عربی زبان میں گالی کو بھی ”سب“ کہتے ہیں اور ناراضگی یا ڈانٹ ڈپٹ کرنے کو بھی سب کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ دو آدمیوں نے نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کی تو آپ ﷺ نے انہیں سب کیا۔ فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ ﷺ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اگر میں کسی مسلمان کو سب

کروں یا اس پر لعنت بھیجوں تو اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دینا اور رحمت میں تبدیل کر دینا (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۳)۔

کیا کوئی مسلمان یہ باور کر سکتا ہے کہ حبیبِ کریم ﷺ نے کسی کو گالی دی ہوگی؟ معلوم ہو گیا کہ عربی زبان میں سب و شتم سے مراد کسی سے ناراضگی کا اظہار بھی ہوتی ہے۔ خصوصاً حضرت مولا علی کو سب کرنے سے کیا مراد تھی؟ اس کے بارے میں بھی حدیث سن لیجیے۔

ایک آدمی نے حضرت سہلؓ سے کہا کہ مدینہ کا فلاں امیر منبر پر کھڑا ہو کر حضرت علی کو گالیاں دیتا ہے۔ حضرت سہل نے پوچھا وہ کیا الفاظ کہتا ہے؟ اس نے کہا وہ حضرت علی کو ”ابو تراب“ کہتا ہے۔ حضرت سہل ہنس پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم اس نام سے انہیں خود حضور ﷺ نے پکارا ہے اور خود حضرت علی کو یہ نام سب سے زیادہ پیارا تھا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۵)۔

واضح رہے کہ اس حدیث شریف میں حضرت معاویہ کی بات ہی نہیں ہو رہی۔ یہاں مروان بن حکم کی بات ہو رہی ہے۔ جو مدینہ کا گورنر تھا۔

اس قسم کی باتیں جب متعصب اور تقیہ باز شیعوں کے ہاتھ لگیں تو انہوں نے ایسی ہی باتوں کو یا تلخ کلامی اور برادرانہ نوک جھوک کو گالیاں بنا ڈالا اور تاریخ کی کتابوں میں لکھ ڈالا۔ سب کا ترجمہ گالی پڑھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید خدا نخواستہ ماں بہن کی گالیاں دی گئی ہوں گی، حالانکہ کوئی مائی کالال تاریخ کی کتابوں میں ایسی گندی گالیاں نہیں دکھا سکتا۔

سوال نمبر 6۔ خلیفہ راشد کی اطاعت فرض ہے۔ فرض کا منکر و مخالف مومن ہے یا کافر؟

جواب :- خلیفہ راشد کی خلافت متحقق ہو جانے اور طے پا جانے کے بعد اسکی اطاعت فرض ہے۔ لیکن امیر معاویہؓ کے پاس چونکہ عدم اطاعت کے لیے خون عثمان کے سبب تاویل موجود تھی اور اس وقت تک سیدنا علی المرتضیٰؓ کی خلافت مستحکم بھی نہیں ہوئی تھی کہ نافرمانی فرض کا ترک ٹھہرتی لہذا امیر معاویہؓ کی شان میں جھٹ سے بدتمیزی کرنے کی بجائے ادب اور احتیاط کا دامن تھا مناسوری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِي عَلَى هُدًى، یعنی صحابہ کے اختلاف کے باوجود اگر کوئی شخص کسی ایک کی بھی پیروی کر لے گا تو وہ اللہ کے نزدیک ہدایت پر سمجھا جائے گا (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴)۔ روافض کی کتاب احتجاج طبری میں ہے کہ اِخْتِلَافُ أَصْحَابِي لَكُمْ رَحْمَةٌ لِّعَنِي مِيرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے (احتجاج طبری جلد ۲ صفحہ ۱۰۶-۱۰۵)۔

حضور کریم ﷺ نے صحابہ کے اختلاف کو رحمت قرار دیا ہے اور آپ اس اختلاف پر انہیں جہنم واصل کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما ایک دسترخوان پر موجود ہوں اور آپ کی بدتمیزیاں آپ کے گلے کا پھندا بن چکی ہوں۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے وَنَزَّ غَنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غَلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُوْرٍ مُّتَقَابِلَيْنِ یعنی ہم ان کے دلوں سے ناراضگیاں ختم کر دیں گے، وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے (حجر: ۷۷)۔ مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں، طلحہ، زبیر اور عثمان انہی لوگوں میں شامل ہوں گے جن کا ذکر اس آیت میں موجود ہے (بیہقی جلد ۸ صفحہ ۸۳، البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۳۹، بے شمار تفاسیر)۔

سوال نمبر 7۔ ایک صاحب ایمان تمام ارکان و فرائض اسلام و جمیع ضروریات دین و ایمان پر پختہ یقین و ایمان رکھتا ہے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کے اہل بیت اطہار، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اولیاء امت کا ادب و عشق رکھنے والا پیروکار ہے۔ امیر عامہ معاویہ کو باغی جاننے سے کیا اس کا ایمان کامل نہیں؟ اگر آپ کے اعتقاد و ایمان و علم میں تکمیل ایمان کا دار و مدار معاویہ کے ماننے پر ہی ہے تو قرآن و سنت میں اس کے جواز میں کیا دلائل ہیں؟

جواب:- یہی بات ایک قادیانی، خارجی اور رافضی بھی کر سکتا ہے۔ یہ لوگ بھی ان سب چیزوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اپنی مرضی کی صرف ایک ڈنڈی مارتے ہیں اور یہی حال آپ کا بھی ہے۔

ثانیاً آپ نے سوال میں اپنے آپ کو صحابہ کرام، اولیاء امت کا ادب و عشق رکھنے والا پیروکار لکھا ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے کے بعد آپ کی یہ بات جھوٹی ثابت ہو گئی۔ نیز آپ نے سوال نمبر گیارہ میں لکھا ہے کہ ضدی و متعصب ملاں و صوفی معاویہ کی حمایت پر مصر ہے۔ یہ جملہ لکھنے کے بعد آپ خود کو اولیاء امت کا ادب و عشق رکھنے والا پیروکار کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر آپ پرانے اولیاء کو مانتے ہیں تو ان اولیاء علیہم الرضوان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو ہمارا عقیدہ ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت عمرو بن شریحیل ہمدانی، حضرت عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل اور حضرت داتا گنج بخش علیہم الرحمہ کے روحانی مشاہدات اور عقائد ہم عنقریب بیان کریں گے۔ یہاں ذرا ولیوں کے سردار حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا ارشاد گرامی سن لیجیے۔ آپ فرماتے ہیں: رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ، تو وہ بھی حق پر تھے اس لیے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے۔ پس ہر فریق کے پاس جنگ کے

جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہذا ہمارے لیے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، ان کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیے۔ وہ سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو تباہی انگیز کاموں سے پاک اور صاف رکھیں (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۸۶)۔ اولیاء امت بلکہ تمام اولیاء کے سردار جو کچھ فرما رہے ہیں وہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔ ان اولیاء کو چھوڑ کر خدا جانے آپ کون سے اولیاء کے پیروکار ہیں۔

ثالثاً حبیب کریم ﷺ نے فرمایا کہ دَعُوْا لِيْ اَصْحَابِيْ وَاَصْحَابِيْ مِيْرِيْ خَاطِرِ مِيْرِيْ صَحَابِهْ اور میرے سرال کو کچھ نہ کہا کرو۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو صحابی نظر نہیں آئے تو کم از کم محبوب کریم ﷺ کے سرالی رشتے کا ہی حیا کر لیا ہوتا۔

رابعاً ایمان کا دار و مدار قرآن و سنت کو ماننے، صحابہ و اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کا ادب کرنے اور دیگر بہت سی باتوں پر ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اسی دار و مدار کا ایک حصہ ہیں جس طرح کسی بھی دوسرے صحابی کو گالی دینا یا جہنمی کہنا خود جہنمیوں والی حرکت ہے اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی گالی دینا یا جہنمی کہنا دوزخیوں والی حرکت ہے۔

ایک صحابی رسول ﷺ جو اللہ کو بالکل اسی طرح مانتا ہے جس طرح مولا علی مانتے ہیں، مولا علی ہی کی طرح نبی کریم ﷺ کو مانتا ہے، مولا علی ہی کی طرح ایمان رکھتا ہے اور اسی کا دعویٰ کرتا ہے۔ مولا علی خود فرمائیں کہ میں اس سے اللہ پر ایمان اور اسکے رسول کی تصدیق میں زیادہ نہیں ہوں اور نہ ہی وہ مجھ سے زیادہ ہے، ہمارا معاملہ بالکل ایک جیسا ہے۔ غلط فہمی صرف خون عثمان میں ہے اور ہم اس خون سے بری ہیں (منہج البلاغہ صفحہ ۴۲۴)۔

تقریباً یہی بات بخاری اور مسلم کی حدیث میں بھی موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتُلَ فِتْنَتَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ وَدَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ اَيْ قِيَامَتِ اُس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دو عظیم گروہوں کے درمیان زبردست جنگ نہ ہو، اُن دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا (بخاری، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰، مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۵)۔ اس حدیث کی تشریح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دو گروہوں سے مراد حضرت علی اور حضرت معاویہ کے ساتھی ہیں۔ چنانچہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا اَيْ ہم پر بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں (بیہقی جلد ۸ صفحہ ۱۷۲، اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۳۱۷)۔ یہی حدیث شیعہ کی کتاب قرب الاسناد میں بھی موجود ہے (قرب الاسناد جلد ۱

صفحہ ۴۵)۔ تو اب آپ بتائیے کہ ان صاف اور سیدھی باتوں کے باوجود امیر معاویہ کو گالیاں دینے کے لیے آپ کے پاس قرآن و سنت میں کیا دلائل موجود ہیں؟ جس شخص کو مولا علی ایمان اور اسلام میں مکمل طور پر اپنے جیسا قرار دیں، اُسے اپنا بھائی کہیں، نبی کریم ﷺ بھی اُن کی برابری کی تصدیق فرمائیں اور اُسے مسلمانوں کے گروہ میں سے قرار دیں، اُسے جہنمی کہہ کر خود جہنم میں جانے کا شوق آپ پر کیوں سوار ہے؟

نبی کریم ﷺ نے مولا علیؑ کو اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ مولا علیؑ فرما رہے ہیں کہ معاویہ ہمارا بھائی ہے۔ اب بتائیے امیر معاویہؓ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کون سا رشتہ ثابت ہوا؟ دوسری طرف امیر معاویہؓ کی ہمشیرہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ دینی رشتہ کے علاوہ برادرِ نسبتی ہونا بھی شک سے بالاتر ہے۔ اب بتائیے کہ امیر معاویہ کو گالی دینا نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کے مترادف ہے کہ نہیں؟

اب ذرا اپنے سوال کا جواب جلیل القدر تابعین کی زبانی لفظ بلفظ سن لیجیے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کو اہل بیت سے اتنی زیادہ محبت تھی کہ بعض لوگوں نے ان پر شیعہ ہونے کا شک کر دیا ہے۔ یہی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا اے زہری سن لے۔ جو شخص ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کی محبت پر مراء، اور اس نے گواہی دی کہ عشرہ مبشرہ جنتی ہیں اور امیر معاویہ سے رحم دلی کا رویہ رکھا، اللہ تعالیٰ اس کا ذمہ دار ہے کہ اس سے حساب نہ مانگے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۶)۔

حضرت ابوتوبہ حلبی قدس سرہ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مثال صحابہ کرام کے لیے ایک پردے جیسی ہے۔ جس شخص نے آپ پر زبان درازی کر دی، اس کی جھجک اتر گئی اور اس کے لیے باقی صحابہ پر زبان درازی کا دروازہ کھل گیا (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)۔

ایک اللہ کے ولی نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ کے پاس ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ موجود تھے۔ راشد الکندی نامی ایک شخص آیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص ہم میں نقص نکالتا ہے۔ کندی نے کہا یا رسول اللہ میں ان سب میں عیب نہیں نکالتا بلکہ صرف اس ایک معاویہ میں عیب نکالتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرا برا ہو، کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے؟ آپ نے یہ بات تین بار فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے ایک نیزہ پکڑا اور معاویہ کو دے دیا اور فرمایا یہ اس کے سینے میں مارو۔ انہوں نے اسے نیزہ مار دیا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ راشد کندی کو

رات کے وقت سچ سچ کسی نے مار دیا ہے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)۔

اب آپ خود سوچ لیجیے کہ ایمان کی تکمیل کا دار و مدار امیر معاویہ پر ہے یا نہیں۔

سوال نمبر 8۔ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْجَنَّةَ عَلٰی مَنْ ظَلَمَ اَهْلَ بَيْتِیْ اَوْ قَاتَلَهُمْ اَوْ اَعَانَ عَلَیْهِمْ اَوْ سَبَّهُمْ ”بے شک اللہ نے حرام کر دیا جنت کو اس شخص پر جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا ان سے جنگ کی یا ان سے جنگ کرنے والے کی اعانت و مدد کی یا ان کو گالی دی“ یہ سب کام معاویہ نے کیے اس حدیث کی رو سے معاویہ کے جہنمی ہونے میں قطعاً شک نہ رہا لیکن حواری ملاں اپنے مفروضوں کے بل بوتے پر معاویہ کو گھسیٹ گھسیٹ کر جنت لے جانے کی کوشش میں کامیاب ہوں گے یا خود بھی اس کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنیں گے؟

جواب:- اولاً آپ نے اس حدیث کا حوالہ نہیں دیا۔ ثانیاً اہل بیت کی تین اقسام ہیں۔ سب سے بڑی اور حقیقی قسم اصل اہل بیت ہے وہ ازواج مطہرات اور چار شہزادیاں ہیں۔ ازواج مطہرات کا اہل بیت ہونا سورۃ احزاب میں نص سے ثابت ہے۔ دوسری قسم داخل اہل بیت ہے جن میں مولا علی اور حسین کریمین علیہم الرضوان شامل ہیں۔ تیسری قسم لاحق اہل بیت ہیں جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور اُمت کے منتخب لوگ (سبع سنابل اردو صفحہ ۹۴)۔

اب آپ بتائیے جب مولا علی اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کی جنگ ہوئی تو دونوں طرف اہل بیت تھے کہ نہیں؟ اور سیدہ صدیقہ علیٰ درجہ کی اہل بیت ہیں کہ نہیں؟ اہل بیت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ مولا علی کی ماں تھیں کہ نہیں؟ اور قرآن کے مطابق ماں کو اُف کہنا بھی منع ہے کہ نہیں؟ اب آپ کا مولا علی پر کیا فتویٰ ہوگا؟

ہمارے نزدیک اُس جنگ میں بھی غلط فہمی ہوئی تھی اور اس جنگ میں بھی غلط فہمی۔ تحقیق کے لحاظ سے مولا علی کا موقف درست تھا مگر فریق ثانی ان سے بڑھ کر اہل بیت تھا۔ ان کی شان میں بدتمیزی کرنا بدرجہ اولیٰ منع ہے۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے درمیان غلط فہمی کا ذکر قرآن میں موجود ہے، چھوٹا بھائی اپنے بڑے پیغمبر بھائی کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو داڑھی مبارک سے اور سر کے بالوں سے پکڑ لیا (حاصل طہ: ۹۴)۔ ایک عالم پھ دین کو داڑھی سے پکڑنا کفر ہے تو ایک پیغمبر کو داڑھی سے پکڑنا کتنی بڑی بات ہوگی؟ لیکن چونکہ یہ بڑوں کا معاملہ ہے لہذا ہمیں ادب کی وجہ سے خاموش رہنا چاہیے۔ مولا علی اور سیدہ صدیقہ میں غلط فہمی ہو گئی (عام

کتب تاریخ)۔ مولا علی اور سیدۃ النساء میں جھگڑا ہوا اور سیدۃ النساء روٹھ کر نبی کریم ﷺ کے ہاں چلی گئیں۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا مَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبْنِي جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۲)۔

اگر آپ میں معمولی بھی خدا خونی اور احتیاط کا مادہ موجود ہے تو اس خطرناک صورت حال میں خاموشی کو ہی ترجیح دیں گے اور اگر قسمت پھٹ چکی ہے اور بد بختی غالب آگئی ہے تو بھاری بجلی کے خطرناک تاروں میں انگشت زنی کرتے رہیے۔ اہل سنت ایسے معاملات میں ادب کی وجہ سے خاموش رہا کرتے ہیں۔

ثالثاً حدیث شریف میں ہے کہ جس نے میرے اہل بیت سے جنگ کی اس کے ساتھ میری جنگ ہے اور جس نے ان سے صلح کی اس سے میری صلح ہے۔ آپ کو حضرت امیر معاویہ کا مولا علی سے جنگ لڑنا تاریخ میں نظر آ گیا ہے تو فرمائیے کہ اس جنگ کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہم سے صلح کرنا نظر کیوں نہیں آیا؟

سوال نمبر 9۔ مَنْ عَادِلِي وَلِيًا فَقَدْ اِذْنَتْهُ بِالْحَرْبِ یعنی جس نے میرے ولی سے عداوت مخالفت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے تو جس نے عمر بھر امام الاولیاء سے جنگ وجدل کا سلسلہ جاری رکھا اور خطبہ جمعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ سے محبت کرنے والوں پر لعن طعن کرتا اور کرتا رہا اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کے اعلان جنگ کی شدت کا کیا عالم ہوگا۔ ایسے شخص پر اللہ کا غضب ہے یا رحمت؟

جواب:- مَنْ عَادِي لِي وَلِيًا میں مولا علی کا خصوصی نام نہیں ہے بلکہ جس طرح مولا علی اللہ کے ولی ہیں اسی طرح امیر معاویہ بھی اللہ کے ولی ہیں۔ ہاں درجات کا فرق ضرور ہے۔ درجات اور مراتب کا فرق جس طرح انبیاء علیہم السلام میں پایا جاتا ہے اسی طرح صحابہ کرام بھی سارے ایک جیسے نہیں ہیں۔ آپ نے یہ حدیث اس مفروضے کی بنا پر نقل کی ہے کہ امیر معاویہ اللہ کے ولی نہیں ہیں۔ یہ آپ کا خانہ ساز مفروضہ ہے جس کی تردید ہم ساتھ ساتھ کرتے آ رہے ہیں۔ اور یہ جنگ ایک ولی کی دوسرے ولی کے ساتھ تھی جس طرح اہل بیت کی باہمی رنجش تھیں۔ اللہ کے ان پیاروں پر باہمی جھگڑوں کے باوجود رحمت ہی رحمت ہے اور انہیں برا کہنے والوں پر اللہ کا غضب ہے خواہ را فضی ہوں یا خارجی۔

سوال نمبر 10۔ ”مومن ہی علی سے محبت کرے گا اور منافق ہی علی سے بغض رکھے گا“۔ معاویہ کا زندگی بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ وجدل کرنا اور ان پر لعن طعن کرنا اور کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی

علامت ہے یا بغض کی؟ اس حدیث اور کردار معاویہ کی روشنی میں معاویہ مومن ہے یا منافق؟
جواب:- امیر معاویہ کے دل میں مولاعلیٰ کا بغض نہیں تھا۔ اور نہ ہی وہ جنگ و جدال بغض کی بنا پر تھا۔ جس طرح سیدنا موسیٰ و سیدنا ہارون علیہما السلام کے دلوں میں ایک دوسرے کا بغض نہ تھا مگر حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون علیہما السلام کی داڑھی مبارک پکڑ لی اور جس طرح مولاعلیٰ کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں بغض نہ تھا مگر پھر بھی جنگ ہوئی اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور مولاعلیٰ ؑ کے درمیان جھگڑا ہوا۔ معلوم ہوا کہ جنگ یا جھگڑے کے لیے بغض کا ہونا ضروری نہیں۔

سوال نمبر 11۔ ملت اسلامیہ کے تمام اہل حق کا یزید کے لعنتی و جہنمی ہونے پر اجماع ہے۔ جبکہ یزید اول (امیر عامہ معاویہ) جو یزیدیت کا بانی اور اسے تقویت دینے والا انتشار ملت کو پروان چڑھا کر اتحاد ملت کو تباہ کرنے والا تحریف دین اور ملوکیت کی بناء قائم کرنے والا۔ قاتل آل و اصحاب باغی کا کردار یزید کے کرتوت سے بڑھ کر بدتر ایمان سوز اور دین کش ہے۔ بایں ہمہ ضدی و متعصب ملاں و صوفی یزید اول (معاویہ) کی حمایت پر مصر ہے۔ کیا یزید اول (معاویہ) اور یزید ثانی کے کردار و کرتوت میں مماثلت نہیں ہے؟

جواب:- اولاً آپ کے بقول جب ملت اسلامیہ کے تمام اہل حق کا یزید کے لعنتی و جہنمی ہونے پر اجماع ہے تو پھر آپ ہی بتائیے کہ وہی اہل حق امیر معاویہ کے جہنمی ہونے پر متفق کیوں نہیں ہوئے؟ جب کہ آپ ہی کے بقول امیر معاویہ یزیدیت کا بانی اور یزید کے کرتوت سے بڑھ کر بدتر ایمان سوز اور دین کش ہے۔ اس کے لیے آپ کو کھینچا تانی اور محنت کیوں کرنا پڑ رہی ہے۔ آپ کم از کم سیدنا امام حسین ؑ کو تو اہل حق مانتے ہی ہوں گے۔ ہمیں بتائیے کہ انہوں نے چھوٹے یزید کے خلاف تلوار کیوں اٹھائی اور بڑے یزید کے خلاف تلوار کیوں نہ اٹھائی؟ یہ سوال حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ پر وارد کیا جا رہا ہے (کشف المحجوب صفحہ ۷۶)۔ آپ اپنے سوال نمبر 7 میں اولیاء امت کا ادب و عشق رکھنے اور پیروکار ہونے کا دعویٰ کر چکے ہیں۔ لہذا حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرتے ہوئے امیر معاویہ کو اہل حق مان لیجیے ورنہ اولیاء اللہ کی پیروکاری کا فریب دینا چھوڑ دیجیے۔

ثانیاً آپ نے حضرت امیر معاویہ کو یزید اول، بدتر ایمان سوز اور دین کش کہا ہے۔ ہم یہ معاملہ اللہ ذوالجلال کے سپرد کرتے ہیں جو بڑی غیرت والا قہار ہے فَسَتَعْلَمُ اَيُّ مَنْقَلَبٍ تَنْقَلِبُ۔ ہم زیادہ سے زیادہ حبیب کریم ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے یہی عرض کر سکتے ہیں کہ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ صحابہ کو

گالیاں دینے والو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)۔

مثلاً امیر معاویہ اور یزید کے کردار میں آپ کی مزعومہ مماثلت نہیں ہے۔ چہ نسبت خاک رابا عالم پاک۔ مولا علی فرماتے ہیں کہ میں امیر معاویہ سے بہتر نہیں۔ بلکہ ہم میں مکمل مماثلت ہے۔ مولا علی نے امیر معاویہ کو اپنا مماثل قرار دیا ہے (منہج البلاغہ صفحہ ۴۲۴)۔ اور آپ انہیں یزید کا مماثل بلکہ اس سے بھی بدتر کہتے ہیں۔ صغریٰ کبریٰ ملا کر جواب دیجیے۔ آپ نے مولا علی کو کیا کہہ دیا ہے؟ معاذ اللہ

سوال نمبر 12۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ ترجمہ۔ اور حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ۔ اور تم حق کو چھپاتے ہو اور تم جانتے بھی ہو۔ تو کیا ایک باغی دین و ملت کو صحابہ میں ملانا اس آیت کا انکار اور صحابہ کی توہین نہیں؟ اور کیا قرآن کی ایک آیت کا انکار کفر نہیں؟

جواب:- امیر معاویہ باغی دین و ملت نہیں ہیں۔ بلکہ صحابی ہیں۔ ہم حدیث شریف لکھ چکے ہیں کہ صحابہ کا اختلاف رحمت ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴، احتجاج طبری جلد ۲ صفحہ ۱۰۵-۱۰۶)۔ اور جنگ کے باوجود امیر معاویہ مسلمان ہیں (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰)۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں صحابی بھی مانا ہے اور فقیہ بھی (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)۔ لہذا امیر معاویہ کو صحابی کہنا حق و باطل میں تلخیص نہیں ہے۔ بلکہ انہیں باغی دین و ملت کہنا محبوب کریم ﷺ کی صحیح اور صریح حدیث سے ٹکرا لینا ہے مولا علی اور امیر معاویہ دونوں حق ہیں جب کہ یزید باطل ہے امیر معاویہ کو یزید کے ساتھ ملانا حق و باطل کی تلخیص ہے۔

اس سوال میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ماننے سے حق و باطل کی تلخیص ثابت کرنا اور پھر اس پر وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ کو چسپاں کرنا جو اس موضوع پر بطور نص وارد ہی نہیں ہوئی اور پھر امیر معاویہ کو صحابی ماننے کو اس آیت کے انکار کے مترادف قرار دینا ایسی حرکت ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ سوال گھڑنے والا آدمی یا ٹولہ عالم نہیں ہے۔ اس طرح کی جاہلانہ حرکتیں بعض دوسرے سوالوں میں بھی پائی جاتی ہیں جن پر ہم نے بحث نہیں کی بلکہ خود حسن ظن سے کام لے کر سائل کے مفہوم کو سیدھا کر لیا ہے۔

ایسے لگتا ہے کہ سائل نے صرف اس ایک موضوع پر چند کتابیں پڑھ لی ہیں اور کسی بدتمیز کی صحبت میں کچھ وقت گزارنے کی وجہ سے منہ پھٹ ہو گیا ہے۔

سائل کو جہالت کی وجہ سے اصل سوال اٹھانے کا سلیقہ نہیں آیا۔ ذیل میں ہم ازراہ احسان وہ سوال خود اٹھا کر اس کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال:- حدیث عمار کے آخری الفاظ تدعہم الی الجنة ویدعونک الی النار سے معلوم ہو رہا

ہے کہ حضرت عمار کا موقف جنتیوں والا تھا اور حضرت امیر معاویہ کا موقف جہنمیوں والا تھا۔

جواب :- ان الفاظ سے حضرت عمار ؓ کے قاتلوں کیلئے جہنم کا استحقاق ثابت ہو رہا ہے بشرطیکہ قاتلوں کی بخشش کا کوئی دوسرا سبب موجود نہ ہو۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کی بخشش کے بے شمار اسباب موجود ہیں۔ مثلاً جس مسلمان نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا وہ ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۳)۔ حدیث قسطنطنیہ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)، سیدنا امام حسن سے صلح والی حدیث (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰) وغیرہ۔

ثانی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ یعنی جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے آجائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں (مسلم جلد ۲ صفحہ ۸۹، بخاری جلد ۱ صفحہ ۹)۔ اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ایسا قاتل اور مقتول مراد ہیں جن کے پاس جنگ کے لیے کوئی تاویل اور بہانہ موجود نہ ہو اور ان کی جنگ محض تعصب کی بنا پر ہو۔ اور ان کے جہنم میں جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ جہنم کے حق دار ہوں گے لیکن اگر اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے تو یہ ایک الگ بات ہے۔ اہل حق کا یہی مذہب ہے اور اس طرح کی تمام احادیث میں یہی تاویل ضروری ہے۔ صحابہ کرام کے درمیان جس قدر جنگیں ہوئی ہیں وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں۔ اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جائے اور ان کے باہمی جھگڑوں کے بارے میں زبان کو لگام دی جائے اور ان کی جنگوں کے بارے میں تاویل سے کام لیا جائے۔ صحابہ مجتہد تھے اور ان کے پاس جنگ کی معقول وجہ موجود تھی۔ انہوں نے نافرمانی کا ارادہ ہرگز نہیں کیا اور نہ ہی دنیا کے لیے جنگ لڑی ہے بلکہ ہر فریق نے یہی سوچا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باغی ہے اور اس کے خلاف جنگ لڑنا واجب ہے تاکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔ ان میں سے بعض کا موقف درست تھا اور بعض کو غلطی لگی ہوئی تھی۔ وہ اپنی اس غلطی میں معذور تھے۔ ان کی یہ خطا اجتہادی تھی اور مجتہد سے جب خطا ہوتی ہے تو وہ گناہگار نہیں ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے۔ یہ ہے اہل سنت کا مذہب۔ ایسی صورت حال میں فیصلہ کرنا بہت مشکل تھا حتیٰ کہ صحابہ کرام کی اچھی خاصی تعداد حیرت کا شکار تھی، وہ دونوں گروہوں سے الگ ہو کر کھڑے رہے اور کسی کی طرف سے بھی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اگر انہیں یقین ہوتا کہ حق کس طرف ہے تو وہ ضرور حق کا ساتھ دیتے اور پیچھے ہٹ کر کھڑے نہ ہوتے (شرح النووی علی مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰)۔

اگر حدیث عمار کو اسکے ظاہر پر رہنے دیا جائے اور ایک گروہ کو جہنمی کہا جائے تو ہماری پیش کردہ

بخاری اور مسلم کی متفقہ حدیث دونوں گروہوں کو معاذ اللہ جہنمی بنا دے گی۔ اب آپ خود فیصلہ کیجیے کہ آپ کو ان احادیث میں تاویل منظور ہے یا مولانا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو جہنمی کہہ کر خود جہنم میں جانا منظور ہے۔

من نہ گویم کہ ایں کن و آں کن

مصلحت میں و کار آساں کن

ترجمہ:- میں نہیں کہتا کہ یہ کریا وہ کر۔ مصلحت دیکھ اور جو کام آسان لگتا ہے وہ کر۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ سے اگلے سال یعنی سات ہجری میں مسلمان ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کے سر مبارک کے بال کاٹنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی ہمیشہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا تمام مومنین کی ماں اور محبوب کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ ان کی ہمیشہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، سیدنا امام حسین ؑ کی ساس ہیں۔ آپ نے اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ سب سے پہلا ہجری بیڑا تیار کرایا۔ چالیس سال تک مسندِ اقتدار پر فائز رہے۔

بخاری شریف میں فضائل:- ۱۔ آپ نے نبی کریم ﷺ سے ایک سو تریسٹھ احادیث روایت فرمائی ہیں جن میں سے بعض صحیح بخاری جیسی کتابوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ ایک زبردست حدیث جو عشاق کے مذہب و مسلک کی جان ہے اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي یعنی اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں، اس کے راوی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۶)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میری چالیس احادیث میری امت تک پہنچائیں اللہ تعالیٰ اسے فقیہ بنا کر اٹھائے گا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶)۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بذاتِ خود صحابی اور فقیہ ہیں۔ اور اس حدیث کی روشنی میں فقیہ کے درجے کو پہنچانے والی چالیس احادیث سے چار گنا زیادہ احادیث کے راوی ہیں۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

۲۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ حبیب کریم ﷺ نے فرمایا میرا بیٹا حسن میری امت کا سردار ہے اور ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰)۔

اس حدیث میں جن دو گروہوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک گروہ امام حسن کا اور دوسرا گروہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کا ہے۔ ان دونوں میں صلح اس وقت ہوئی تھی جب مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہو چکی تھی اور حضرت عمار بن یاسرؓ شہید ہو چکے تھے۔ اس شہادت کے واقع ہو جانے کے باوجود محبوب کریم ﷺ نے شہید کرنے والوں کو **فِئْتَهُ مُسْلِمًا** کہا ہے یعنی مسلمان گروہ۔

۳۔ اسی صحیح بخاری میں ایک اور حدیث اس طرح ہے کہ **أَوَّلُ جَنِيْشٍ مِنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ فَقَدْ أَوْجَبُوا** یعنی میری اُمت کا پہلا لشکر جو سمندر پار جہاد کرے گا اُن پر جنت واجب ہو چکی ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)۔ سب سے پہلے سمندر پار جہاد کرنے والے حضرت امیر معاویہؓ ہیں اور اس حدیث میں اُن کی واضح اور زبردست منقبت موجود ہے **فِيْ هَذَا الْحَدِيْثِ مَنْقَبَةُ لِمُعَاوِيَةَ** (حاشیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)۔

لطف کی بات یہ ہے کہ خارجی حضرات اسی حدیث کے اگلے الفاظ **أَوَّلُ جَنِيْشٍ مِنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ** سے یزید کا مغفور ہونا ثابت کرتے ہیں اور رافضی حضرات حضرت امیر معاویہؓ کے جنتی ہونے کے بھی منکر ہیں۔ یہ دونوں انتہا پسند ٹولے ہیں جبکہ اہل سنت کا مسلک ان کے بین بین ہے اور راہِ اعتدال کا آئینہ دار ہے۔

۴۔ حبیب کریم ﷺ نے ایک مرتبہ دعا فرمائی **اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ يَمِيْنِنَا** یعنی اے اللہ ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجد کے لیے بھی دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے پھر وہی دعا فرمائی مگر مجد کے لیے دعا نہ فرمائی۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ ہر بار صحابہ کرام نے مجد کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی۔ آخر کار آپ ﷺ نے فرمایا **هٰذَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ** یعنی مجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطانی گروہ نکلے گا (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۱)۔

اس حدیث میں مجد کے خارجیوں کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے مجد کے لیے دعا فرمانے سے انکار کر دیا۔ اگر حضرت امیر معاویہؓ بھی خارجی یا غلط آدمی ہوتے تو آپ ﷺ شام کے لیے بھی دعا فرماتے۔ آپ ﷺ کا یمن اور شام دونوں کے لیے دعا فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ یمنی اور شامی نبی کریم ﷺ کے نزدیک مجدیوں کی طرح ناپسندیدہ نہیں تھے۔

۵۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ معاویہ کو کچھ نہ کہو، وہ رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)۔

۶۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ امیر المومنین معاویہ کا کیا کریں وہ صرف ایک

وتر پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ اپنے طور پر ٹھیک کرتا ہے، امیر معاویہ فقیہ ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)۔ ابن عباس ؓ نے یہ بات اُس وقت فرمائی جب جنگ صفین ہو چکی تھی، حضرت عمار بن یاسر ؓ شہید ہو چکے تھے بلکہ مولا علی ؓ کا دور خلافت بھی گزر چکا تھا۔ یہ ساری باتیں امیر المومنین کے لفظ سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ ابن عباس ؓ کے سامنے حضرت معاویہ کو امیر المومنین کہا گیا اور آپ نے اسکی تردید کرنے کی بجائے انہیں فقیہ کہہ دیا۔ بتائیے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جو حبیب کریم ؐ کے خاندان اقدس کے فردِ عظیم ہیں۔

۷۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے نبی کریم ؐ کے بال مبارک کاٹنے کا شرف حاصل کیا (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۳۳)۔

مسلم شریف میں فضائل: حضرت ابوسفیان بن حرب ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے تین چیزیں مانگتا ہوں، آپ مجھے عطا فرمادیں۔ فرمایا کیا مانگتے ہو؟ عرض کیا میرے پاس عرب کی سب سے حسین و جمیل بیٹی اُمّ حبیبہ موجود ہے، میں اسے آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ عرض کیا آپ معاویہ کو اپنا کاتب بنالیں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ عرض کیا آپ مجھے امارت سونپ دیں تاکہ میں جس طرح مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتا رہا ہوں اب مشرکین کے خلاف جنگ کر کے بدلہ موڑ سکوں۔ فرمایا ٹھیک ہے (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۴، صحیح ابن حبان صفحہ ۱۹۳۲)۔ اس واقعہ سے پہلے حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم ؐ سے ہو چکا تھا۔ حضرت ابوسفیان ؓ اپنے مسلمان ہونے کے بعد اسی نکاح کی تجدید اور اس پر اپنے قلبی اطمینان کی بات کر رہے تھے (شرح نووی جلد ۲ صفحہ ۳۰۴)۔

ترمذی شریف میں فضائل: ۱۔ نبی کریم ؐ نے حضرت امیر معاویہ ؓ کے بارے میں فرمایا کہ اے اللہ اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنادے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)۔

۲۔ اے اللہ اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)۔

۳۔ سیدنا فاروق اعظم ؓ فرماتے ہیں کہ معاویہ کو ہمیشہ اچھے لفظوں سے یاد کیا کرو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ اسے ہدایت دے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۴، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۹ واللفظ لہ)۔

مسند احمد میں فضائل :- ۱۔ اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اسے آگ سے بچا (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۵۷، صحیح ابن حبان صفحہ ۱۹۳۲)۔

۲۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد مروہ کے پاس نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کاٹے۔ یہ حدیث مسند امام احمد میں کئی سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اس کے راوی ہیں۔ جب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ یہ حدیث خود معاویہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ معاویہ رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھنے والا آدمی نہیں تھا (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۶)۔

سنن سعید بن منصور میں فضائل :- ۱۔ حضرت نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں حضرت علی کا ساتھی تھا۔ جب نماز کا وقت آیا تو ہم نے بھی اذان دی اور امیر معاویہ کے لشکر نے بھی اذان دی۔ ہم نے اقامت پڑھی انہوں نے بھی اقامت پڑھی۔ ہم نے بھی نماز پڑھی انہوں نے بھی نماز پڑھی۔ میں نے دونوں طرف سے قتل ہونے والوں کے بارے میں سوچا۔ جب مولا علی ؓ نے سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا کہ ہماری طرف سے قتل ہونے والوں اور ان کی طرف سے قتل ہونے والوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا مَنْ قُتِلَ مِنَّا وَمِنْهُمْ يُرِيدُ وَجْهَ اللَّهِ وَالْذَّارَ الْآخِرَةَ، دَخَلَ الْجَنَّةَ یعنی خواہ کوئی ہماری طرف سے مارا گیا ہو یا ان کی طرف سے مارا گیا ہو اگر اس کی نیت اللہ کی رضا اور جنت کی طلب تھی تو وہ جنت میں گیا (سنن سعید بن منصور جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)۔

۲۔ حضرت عمرو بن شرحبیل ہمدانی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں حصہ لینے والوں کے بارے میں متذبذب تھا کہ فریقین میں سے افضل کون ہے۔ میں نے اللہ کریم سے عرض کیا کہ میری راہنمائی فرمائے جس سے میری تسلی ہو جائے۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ مجھے اہل صفین کے پاس جنت میں لے جایا گیا۔ میں حضرت علی کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا جو سبز باغ میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھے۔ میں نے کہا سبحان اللہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ وہ کہنے لگے ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا۔ میں نے کہا حضرت معاویہ کے ساتھیوں پر کیا گزری؟ انہوں نے کہا وہ تیرے سامنے موجود ہیں۔ میں ادھر کو بڑھا تو سامنے ایک قوم تھی جو سبز باغ میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھی۔ میں نے کہا سبحان اللہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے کہا ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا (سنن

سعید بن منصور جلد ۲ صفحہ ۳۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۷۲۲)۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں فضائل: ایک سطر اوپر اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

صحیح ابن حبان میں فضائل: اس کے دو حوالے مسلم شریف اور مسند احمد میں فضائل کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

دیگر کتب میں فضائل: ۱۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **يَا مَعْزُومَةُ إِنَّ وَلِيَّتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللَّهَ** **وَاعْدِلِي** یعنی اے معاویہ جب آپ کو حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میں حکمرانی میں مبتلا کیا جاؤں گا (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶، مسند ابو یعلیٰ جلد ۵ صفحہ ۴۲۹، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۰، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۳۵۵، دلائل النبوة للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۴۶)۔

۲۔ اللہ اور اس کا رسول معاویہ سے محبت کرتے ہیں (تطہیر الجنان صفحہ ۱۴)۔

۳۔ حضرت امیر معاویہ کا تب وحی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے مشورہ لیا کہ معاویہ کو کا تب وحی بنایا جائے یا نہیں۔ حضرت جبریل نے عرض کیا اس سے کتابت کروایا کریں وہ امین ہے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲)۔

۴۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ **كَانَ مَعَاوِيَةُ رِذْفَ النَّبِيِّ** **فَقَالَ يَا مَعْزُومَةُ مَا يَلِينِي مِنْكَ قَالَ بَطْنِي قَالَ اَللّٰهُمَّ اَمْلَآءْهُ عِلْمًا وَحِلْمًا** یعنی ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے معاویہ تیرے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب ہے؟ عرض کیا میرا پیٹ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ اسے علم اور حلم سے بھر دے (الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)۔

۵۔ معاویہ میری امت کا سب سے حلیم اور سخی آدمی ہے (تطہیر الجنان صفحہ ۱۲)۔

۶۔ اے اللہ معاویہ کو جنت میں داخل فرماؤ **اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ** (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۸)۔

۷۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے کہا مجھ سے کشتی لڑیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا میں تم سے کشتی لڑتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے دعا دی کہ معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ حضرت امیر معاویہ نے اس سے کشتی لڑی اور اسے بچھاڑ دیا۔ مولا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے

تھے کہ اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی تو میں معاویہ سے بھی جنگ نہ لڑتا (الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹)۔

۸۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا دَعُوا إِلَى أَصْحَابِي وَأَصْهَارِي، فَمَنْ سَبَّهْتُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ یعنی میری خاطر میرے صحابہ کو اور میرے سسرال کو کچھ نہ کہا کرو، جس نے ان کو گالی دی اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴)۔ واضح رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے برادر نسبتی یعنی آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔

۸۔ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کے جنتی ہونے کی بشارت نبی کریم ﷺ نے دی ہے اور یہ دونوں صحابی عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۵، ابن ماجہ صفحہ ۱۲، ۱۳)۔ جب کہ یہ دونوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں شامل تھے اور ان کی شہادت مولاعلیٰ کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی۔ اب بتائیے، حضرت عمار بن یاسر کی شہادت حضرت امیر معاویہ کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی اور حضرت طلحہ و زبیر کی شہادت مولاعلیٰ کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی، جب کہ شہید ہونے والے ان سب صحابہ کے جنتی ہونے کی گواہی احادیث میں موجود ہے۔ اس پیچیدہ صورت حال کا حل آپ کے پاس کیا ہے؟ مولاعلیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو انکے چہرے پر سے مٹی صاف کی اور فرمایا ”کاش میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے فوت ہو گیا ہوتا“ (جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۳۸)۔ مولاعلیٰ کا یہ فرمان صاف بتا رہا ہے کہ مولاعلیٰ اپنی فوج کو حضرت طلحہ کا قاتل سمجھ رہے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے وَنَزَّ غَنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ پڑھ کر فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ طلحہ، زبیر اور میں انہی لوگوں میں سے ہوں گے جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ آپ کے اس فرمان سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ فوت ہونے تک ان ہستیوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں رنجش موجود تھی۔ اور یہی رنجش قیامت کے دن ختم کر دی جائے گی۔

حضرت امیر معاویہ بھی اپنی زندگی کے آخری دنوں میں فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں ذی طویٰ کا قریشی ہوتا اور مجھے حکومت ہی نہ ملی ہوتی (الاکمال مع مشکوٰۃ صفحہ ۶۱)۔

۹۔ اسی لیے مولاعلیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے بعد فرمایا تھا کہ قَتَلَايَ وَقَتَلَا مُعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ یعنی میری طرف سے قتل ہونے والے اور معاویہ کی طرف سے قتل ہونے والے سب جنتی ہیں (طبرانی، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۵۹۶ حدیث نمبر ۱۵۹۲)۔

۱۰۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ابو بکر اور عمر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ اسی دوران علی اور معاویہ کو بلایا گیا اور دونوں کو ایک کمرے میں داخل کر دیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں غور سے دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر میں حضرت علی باہر تشریف لے آئے۔ اور وہ فرما رہے تھے رب کعبہ کی قسم میرے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر میں حضرت امیر معاویہ بھی باہر تشریف لے آئے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم میری بخشش ہوگئی (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۷۱۳)۔

۱۱۔ مولا علی کے ساتھ غلط فہمی کے دنوں میں شہنشاہ روم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی علاقے میں مداخلت شروع کر دی تو حضرت امیر معاویہ نے روم کے بادشاہ کو خط لکھا کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو میں اپنے چچا زاد بھائی علی سے صلح کر لوں گا اور ہم دونوں مل کر تمہیں تمہارے گھر سے بھی نکال دیں گے اور تیرے لیے زمین تنگ کر کے رکھ دیں گے۔ شہنشاہ روم خوف زدہ ہو گیا اور صلح پر مجبور ہو گیا (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۶، تاج العروس جلد ۷ صفحہ ۲۰۸)۔

۱۲۔ جب مولا علیؑ شہید ہوئے تو قتل کا یہ منصوبہ تین افراد کے خلاف تیار کیا گیا تھا۔ حضرت مولا علی، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔ حضرت عمرو بن عاص صاف بچ گئے، امیر معاویہ زخمی ہوئے اور مولا علی رضی اللہ عنہم شہید کر دیے گئے (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۱۳)۔ اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ یہ تینوں ہستیاں ایک جان تھیں اور ان کا دشمن مشترک تھا۔

۱۳۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہؓ کو ایک قمیض پہنائی تھی اور ان کے پاس نبی کریم ﷺ کی وہ قمیض، چادر، ناخن اور بال مبارک بھی موجود تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے حضور والی قمیض کا کفن پہنا کر آپ والی چادر میں لپیٹ کر، ناخن اور بال مبارک میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیے جائیں اور مجھے اللہ کے حوالے کر دیا جائے (الاکمال فی عقب المشکوٰۃ صفحہ ۶۱۷، ومشکہ فی اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۷، نبراس صفحہ ۳۰۷، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۸)۔

۱۴۔ مشہور و معروف تابعی حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کا وقت آیا تو آپ سجدے میں پڑ گئے اور باری باری اپنے رخسار زمین پر رکھ کر رونے لگے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ میری مغفرت فرما دے، میری خطاؤں سے درگزر فرما، تو وسیع مغفرت والا ہے اور خطا کاروں کے لیے تیرے سوا کہیں پناہ نہیں۔ آپ اپنے گھر والوں کو تقوے کی

وصیت کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۹-۱۵۰)۔

یہ سب باتیں اور خصوصاً وفات کے وقت آپ کی زبان مبارک پر اَتَّقُوا اللہ کے الفاظ کا جاری ہونا آپ ﷺ کا خاتمہ ایمان پر ہونے کی واضح دلیل اور مثبت ترین قرائن ہیں۔

محمد ثین کے اقوال: ۱۔ محمد ثین علیہم الرحمۃ نے اپنی اپنی حدیث کی کتابوں میں فضائل معاویہ اور ذکر معاویہ کے نام سے باب قائم فرمائے ہیں جن میں سے بہت سی احادیث آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

۲۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے کسی نے مولا علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ یعنی یہ ایک قوم ہے جو تم سے پہلے گزر چکی ہے، انکے اعمال انکے لیے تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ انکے اعمال کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)۔

۳۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام حسن ﷺ کا امیر معاویہ سے صلح فرمانا امیر معاویہ کی امارت کے صحیح ہونے کا ثبوت ہے (اشعۃ اللمعات جلد ۲ صفحہ ۶۹۷)۔

۴۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: پرانے بزرگوں نے ان جنگوں کے بارے میں خاموش رہنے کو پسند فرمایا ہے اور نصیحت کی ہے کہ تِلْكَ دِمَائُ طَهَّرَ اللَّهُ عَنْهَا اَيَّدِينَا فَلَا نَلَوْتُ بِهَا اَلْسِنَتَنَا یعنی جن لوگوں کے خون سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا، ان کی غیبت کر کے ہم اپنی زبانوں کو ناپاک کیوں کریں (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۷۹۳)۔

۵۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکمل کتاب حضرت امیر معاویہ ﷺ کی شان میں لکھی ہے جس کا نام تطہیر الجنان ہے۔

۶۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں، علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں، علامہ کرمانی نے شرح کرمانی میں اور بے شمار محدثین نے اپنی اپنی کتب میں امیر معاویہ ﷺ کی شان بیان فرمائی ہے اور ان پر زبان درازی سے منع فرمایا ہے۔ علیہم الرحمۃ والرضوان

صوفیاء کے اقوال: اس سے پہلے (۱) حضرت عمر بن عبد العزیز کا خواب اور (۲) حضرت عمرو بن

شرعیل ہمدانی رحمت اللہ علیہ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت امیر معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ آپ نے فرمایا کہ امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جسنے والی مٹی بھی عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۶)۔

۴۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ساری زندگی سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں وظیفہ پیش کرتے رہے اور یہ دونوں شہزادے بخوشی اُسے قبول فرماتے رہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ضرورت مند اپنی حاجت لے کر حاضر ہوا آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ ہمارا رزق راستے میں ہے۔ تھوڑی دیر میں دینار کی پانچ تھیلیاں حضرت امیر معاویہ کی طرف سے پہنچ گئیں۔ ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔ قاصد نے عرض کیا کہ امیر معاویہ دیر سے وظیفہ پیش کرنے پر معذرت کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ پانچوں تھیلیاں ضرورت مند کو دے دیں اور اتنی دیر بٹھائے رکھنے پر معذرت چاہی (کشف المحجوب صفحہ ۷۷)۔

۵۔ حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ، تو وہ بھی حق پر تھے اس لیے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے۔ پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہذا ہمارے لیے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، ان کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیے۔ وہ سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو تباہی انگیز کاموں سے پاک اور صاف رکھیں (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۸۶)۔

۶۔ حضرت مولینا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہایت ایمان افروز واقعہ شعروں میں لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیطان نے حضرت امیر معاویہ کو نماز کے وقت تھکیاں دے کر سلا دیا۔ جب وہ جاگے تو نماز کا وقت گزر چکا تھا۔ آپ نماز کے قضاء ہونے پر سخت روئے اور پشیمان ہوئے۔ دوسرے دن شیطان نے انہیں بروقت جگا دیا۔ آپ نے شیطان سے پوچھا کہ تم تو لوگوں کو غافل کرنے پر لگے ہوئے ہو، آج تم نے مجھے نماز کے لیے کیسے جگا دیا؟ شیطان نے کہا کل نماز کے قضاء ہونے پر آپ اتنا روئے اور پشیمان ہوئے کہ اللہ نے آپ کو نماز پڑھنے سے بھی زیادہ اجر دے دیا۔ آپ کو ملنے والا وہ اجر دیکھ کر میں نے سوچا کہ آپ کو غافل کرنے

سے بہتر ہے کہ آپ نماز ہی پڑھ لیں۔ اس کے لیے مولانا روم علیہ الرحمۃ نے یہ عنوان قائم کیا ہے: بیدار کردن ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہ را کہ برخیز کہ وقت نماز است۔ یعنی ابلیس کا امیر المومنین معاویہ کو جگانا کہ اٹھو نماز کا وقت ہے (مثنوی معنوی مولانا روم دفتر دوم صفحہ ۲۴۸)۔

۷۔ ایک اللہ کے ولی نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ کے پاس ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ موجود تھے۔ راشد الکندی نامی ایک شخص آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص ہم میں نقص نکالتا ہے۔ کندی نے کہا یا رسول اللہ میں ان سب میں عیب نہیں نکالتا بلکہ صرف اس ایک میں عیب نکالتا ہوں۔ اس نے حضرت امیر معاویہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بات کہی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک نیزہ پکڑا اور معاویہ کو دے دیا اور فرمایا یہ اس کے سینے میں مارو۔ انہوں نے اسے نیزہ مار دیا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ راشد کندی کو رات کے وقت سچ مچ کسی نے مار دیا ہے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳)۔

۸۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم سے بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں۔ یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ کیونکہ ان کے پاس تاویل موجود ہے جو انہیں کافر اور فاسق کہنے سے روکتی ہے۔ اہل سنت اور رافضی دونوں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو خطا پر سمجھتے ہیں اور دونوں حضرت امیر کے حق پر ہونے کے قائل ہیں لیکن اہل سنت حضرت امیر سے جنگ کرنے والوں کے حق میں محض خطا کے لفظ سے زیادہ سخت لفظ استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتے اور زبان کو ان کے طعن و تشنیع سے بچاتے ہیں اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی ہونے کا حیا کرتے ہیں (مکتوبات امام ربانی جلد ۲ صفحہ ۹۵ مکتوب نمبر ۳۶)۔

۹۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم ترین صوفی بزرگ ہیں اور حضور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نظریات کے زبردست پرچارک ہیں۔ آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الیواقیت والجوہر میں ایک سرخی قائم فرمائی ہے۔ وہ سرخی یہ ہے۔ فی بیان وجوب الکف عما شجر بنی الصحابة و وجوب اعتقاد انہم ما جوزون یعنی صحابہ کے باہمی جھگڑوں کے بارے میں زبان کو لگام دینا واجب ہے اور ان سب کے ماجور ہونے کا اعتقاد واجب ہے۔

اس عنوان کے تحت آپ نے زبردست بحث فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس موضوع پر بعض تاریخ دانوں کی خلاف تحقیق باتوں پر کان نہیں دھرنے چاہئیں اور تاریخ پڑھتے وقت صحابہ کرام علیہم

الرضوان کے مرتبے اور مقام کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ صحابہ کا مرتبہ قرآن و سنت سے ثابت ہے جب کہ تاریخ محض کچی پکی باتوں کا مجموعہ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؓ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ تَلْكَ دِمَائِي طَهَّرَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهَا سَيُوفَنَا فَلَا نَحْصِبُ بِهَا أَلْسِنَتَنَا یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے خون سے ہماری تلواروں کو بچالیا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو ان کی غیبت کر کے کیوں گناہ گار کریں۔ یہی تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین اپنے کندھوں پر لا دیا اور ہم تک پہنچایا۔ ہمیں نبی کریم ﷺ کی طرف سے ایک لفظ بھی اگر پہنچا ہے تو انہی کے واسطے سے پہنچا ہے۔ لہذا جس نے صحابہ پر طعن کیا اس نے اپنے دین پر طعن کیا۔ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے درمیان ہونے والی غلط فہمیوں کا معاملہ نہایت نازک اور دقیق ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کے بغیر کوئی شخص فیصلہ دینے کی جرأت نہ کرے۔ اس لیے کہ یہ مسئلہ حضور کی اولاد اور حضور کے صحابہ کا ہے۔ آگے کمال الدین بن ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ لیس المراد بما شجر بین علی و معاویۃ المنازعة فی الامارة کما توهمہ بعضهم و انما المنازعة کانت بسبب تسلیم قتلة عثمان نص الی عشیرتہ لیقتصوا منهم الی آخرہ یعنی علی اور معاویہ کے درمیان جو برادرانہ جھگڑا ہوا اس سے مراد حکومت کی خاطر جنگ لڑنا نہیں ہے جیسا کہ بعض شیعہ کو وہم ہوا ہے۔ یہ جھگڑا محض اس بات کا تھا کہ عثمان ؓ کے قاتلوں کو ان کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ قصاص لے سکیں۔ علی ؓ کی رائے یہ تھی کہ ان کو گرفتار کرنے میں تاخیر کرنا بہتر ہے۔ اس لیے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ حضرت علی ؓ کے لشکر میں گڈمڈ ہو چکے تھے۔ ایسی صورت حال میں قاتلوں کو گرفتار کرنا حکومت کو ہلا کر رکھ دینے کے مترادف تھا، اس لیے کہ جنگ جمل کے دن جب سیدنا علی ؓ نے سیدنا عثمان ؓ کے قاتلوں کو فوج سے نکل جانے کا حکم دیا تھا تو ان میں سے بعض ظالموں نے امام علی کے خلاف خروج کرنے اور انہیں قتل کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ اس کے برعکس حضرت معاویہ ؓ کی رائے یہ تھی کہ قاتلوں کو فوری گرفتار کرنا چاہیے۔ اب یہ دونوں ہستیاں مجتہد ہیں اور دونوں کو اجر ملے گا (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۴۴۵)۔

۱۰۔ حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم لدنی تھا۔ آپ کسی استاد کے پاس نہیں پڑھے تھے۔ آپ نے حضرت امیر معاویہ ؓ کی شان میں ایک مکمل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ہے ”ناہیہ عن ذم معاویہ“۔

ہم نے عشرہ کاملہ کے طور پر دس اولیائے کرام کے حوالے نقل کر دیے ہیں۔ اگر یہ تمام اولیاء علیہم الرضوان حضرت امیر معاویہ ؓ کا احترام کرنے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے تو پھر آپ کو وہ جنت مبارک ہو جو اولیاء کی دشمنی کے نتیجے میں ملا کرتی ہے۔ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ

عقائد کی کتب میں تعلیم :- عقائد کی تمام کتابوں میں حضرت امیر معاویہ ؓ کے بارے میں زبان کو لگام دینے پر زور دیا گیا ہے (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۶۳، شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۵، نبراس صفحہ ۳۰۷، الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۴۴۵)۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے مسائل کلامیہ میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ؓ اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ہیں۔ نسیم الریاض کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وَمَنْ يَكُونُ يَطْعَنُ فِي مُعَاوِيَةَ فَذَا لِكَ كَلْبٍ مِنَ كِلَابِ الْهَٰوِيَةِ یعنی جو امیر معاویہ ؓ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ صفحہ ۶۲)۔

شیعہ کی کتب میں فضائل :- ۱۔ مولا علی ؓ فرمایا کرتے تھے کہ اِنَّا لَمْ نَقَاتِلْهُمْ عَلَى التَّكْفِيرِ لَهُمْ وَلَمْ نَقَاتِلْهُمْ عَلَى التَّكْفِيرِ لَنَا لِكِنَّا رَأَيْنَا اَنَا عَلَى حَقٍّ وَرَأَوْا اَنَّهُمْ عَلَى حَقٍّ یعنی ہم انہیں کافر قرار دے کر ان سے جنگ نہیں لڑ رہے اور نہ ہی اس لیے لڑ رہے ہیں کہ یہ ہمیں کافر قرار دیتے ہیں، بلکہ ہمارے خیال کے مطابق ہم حق پر ہیں اور ان کے خیال کے مطابق وہ حق پر ہیں (قرب الاسناد جلد ۱ صفحہ ۴۵)۔

۲۔ اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ يَنْسِبُ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ حَزْبِهِ اِلَى الشُّرُكِ وَلَا اِلَى التَّنَاقُحِ وَلَكِنْ يَقُولُ هُمْ اِخْوَانُنَا بَعَا اَعْيُنَا یعنی کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے مخالفوں کو نہ ہی مشرک سمجھتے تھے اور نہ ہی منافق، بلکہ فرماتے تھے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جو ہم سے بغاوت پر اتر آئے ہیں (قرب الاسناد جلد ۱ صفحہ ۴۵)۔ یہی حدیث اہل سنت کی کتابوں میں بھی موجود ہے (بیہقی جلد ۸ صفحہ ۱۷۲، اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۳۱۷)۔ مولا علی کے فرمان سے واضح ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ کو کافر کہنے والا مولا علی کے فیصلے کا منکر ہے اور ایک مصدقہ مسلمان کو کافر کہہ کر خود کافرانہ حرکت کر رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر معاویہ سے دشمنی کرنے والا مولا علی کے بھائی سے دشمنی کر رہا ہے۔

آج جو لوگ مولا علی سے جنگ کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو کافر اور جہنمی کہہ رہے ہیں کیا ان میں ہمت ہے کہ وہ مولا علی رضی اللہ عنہ کا ایسا قول دکھا سکیں جس میں انہوں نے امیر معاویہ کو کافر اور جہنمی قرار دیا ہو؟ بلکہ الٹا مولا علی انہیں اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں اور ان کی منافقت نہیں بلکہ غلط فہمی تسلیم کر رہے ہیں۔

۳۔ مولا علی ؓ فرماتے ہیں کہ: ابتدا اس طرح ہوئی کہ ہمارا اور شام والوں کا آمنا سامنا ہوا۔

اور ظاہر ہے کہ ہمارا رب بھی ایک، ہمارا نبی بھی ایک، ہماری دعوت اسلام بھی ایک، نہ ہی ہمارا دعویٰ تھا کہ ہم اللہ پر ایمان اور اس کے رسول کی تصدیق میں ان سے بڑھ کر ہیں اور نہ ہی وہ اس بات کا دعویٰ کرتے تھے۔ معاملہ بالکل برابر تھا۔ اگر اختلاف تھا تو صرف عثمان کے خون میں اختلاف تھا حالانکہ ہم اس سے بری تھے (فتح البلاغہ صفحہ ۴۲۴)۔

۴۔ اِخْتِلَافُ أَصْحَابِي لَكُمْ رَحْمَةٌ لِّعَنِي مِرْے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے (احتجاج طبرسی جلد ۲ صفحہ ۱۰۵-۱۰۶)۔

حضرت امیر معاویہ ؓ کے حق میں اس قدر دلائل کے ہوتے ہوئے ان پر زبان درازی کرنا محض بد نصیبی کی علامت ہے۔ اصول یہ ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں حسن ظن سے کام لینا واجب ہے اور اگر اس کا کوئی نقص یا عیب نظروں میں آئے بھی تو جہاں تک ہو سکے اس میں صحت کا پہلو تلاش کر کے اسے سخت فتوے سے بچانا ضروری ہے۔

ایک عام آدمی کے حق میں احتیاط اور حسن ظن ضروری ہے تو ایک صحابی کا تب و جی، محبوب کریم ؓ کے برادر نسبتی کے بارے میں کتنا حسن ظن ضروری ہوگا اور پھر اس کے بارے میں احادیث میں اس قدر تصریحات موجود ہوں تو اس کے بارے میں لب کشائی کرتے وقت کتنی احتیاط لازم ہوگی۔ میرے عزیز! اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ مولاعلیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگوں میں مولاعلیٰ حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ کا موقف درست نہ تھا مگر اس کے باوجود انہیں حبیب کریم ؓ نے مسلمان قرار دیا ہے لہذا ہم ان کی خطا کو اجتہادی خطا یا غلط فہمی اور اچھی نیت پر محمول کرتے ہیں۔ اتنی سی بات ہے جس کا آپ نے بنگلہ بنا دیا ہے۔

آپ ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیب نکالتے رہتے ہیں اور ہم نہایت ادب اور احتیاط کے ساتھ ان کا بہتر محمل تلاش کرتے رہتے ہیں یہ اپنا اپنا نصیب ہے۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْلَهَا یعنی اس امت کے بعد والے لوگ پہلے والوں پر لعنت بھیجیں گے (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۷۰)۔

نبی کریم ؓ نے مولاعلیٰ ؓ سے فرمایا کہ ایک ایسی قوم نکلے گی جو آپ سے محبت کا دعویٰ کرے گی، اسلام کو رسوا کرے گی، دین سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے۔ انکے نظریات عجیب ہوں گے۔ انہیں رافضی کہا جائے گا۔ وہ مشرک لوگ ہوں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جمعہ اور جماعت میں نہیں آئیں گے۔ اپنے سے پہلے لوگوں پر طعن و تشنیع کریں

گے (دارقطنی، صواعق محرقہ صفحہ ۱۶۱)۔

واضح رہے کہ آپ کے دوسرے بھائی (خارجی) مولاعلیٰ کو غلط کہتے پھرتے ہیں۔ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ: خارجیوں کا قول اسکے خلاف ہے اللہ انکو ہلاک کرے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کبھی بھی امام برحق نہ تھے (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۸۶)۔ چنانچہ ایک خارجی لکھتا ہے کہ حضرت معاویہ کا موقف ہر اعتبار سے صحیح تھا اور حضرت علیؑ کا صحیح نہ تھا اپنی سیاسی مصلحتوں پر مبنی تھا (تحقیق مزید بسلسلہ خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۷۱۳ مصنف عظیم الدین خارجی)۔

اہل سنت کے نزدیک جیسا یہ خارجی زبان دراز ہے ویسے ہی آپ زبان دراز ہیں اور بڑوں کے معاملہ میں جج۔

یہ بھی واضح رہے کہ محمود عباسی اینڈ کمپنی خارجیوں نے سیدنا امام حسین علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی باغی کہہ دیا ہے (نعوذ باللہ من ذلک)۔

ہمارے نزدیک آپ میں اور ان خارجیوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ بے ادبی اور بدتمیزی بلکہ بدبختی قدر مشترک ہے۔

حرف آخر

حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں اپنا عقیدہ قائم کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ بخاری، مسلم، ترمذی، مسند احمد، سنن سعید بن منصور، مصنف ابن ابی شیبہ اور البدایہ والنہایہ جیسی کتابوں سے ہم نے آپ کے جو فضائل نقل کیے ہیں انہیں فراموش نہ کیا جائے۔ ثانیاً نبی کریمؐ نے انہیں بغاوت کے باوجود مسلمان قرار دیا ہے (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰)۔ ثالثاً مولاعلیؓ نے بھی انہیں بغاوت کے باوجود بالکل اپنے جیسا مسلمان تسلیم کیا ہے (نہج البلاغہ صفحہ ۴۲۴)۔ رابعاً امام حسنؓ نے انہیں خلافت سونپ کر واضح فرمادیا ہے کہ امیر معاویہ مسلمان تھے ورنہ لازم آئے گا کہ آپ نے معاذ اللہ ایک کافر اور جہنمی کو خلافت سونپی اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خامساً حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت امیر معاویہ کو بغاوت کے بعد امیر المومنین بھی تسلیم کیا ہے اور صحابی ماننے کے علاوہ فقیہ بھی قرار دیا ہے جب کہ ابن عباسؓ اہل بیت کے عظیم فرد ہیں (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)۔ سادساً نبی کریمؐ فرماتے ہیں کہ میری امت کی اکثریت گمراہ نہیں ہو سکتی (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۹، ابن ماجہ صفحہ ۲۸۳)۔ جبکہ مسلمانوں کی اکثریت اہل سنت پر مشتمل ہے اور اہل سنت امیر معاویہؓ کو صحابی، مسلمان اور جنتی

سمجھتے ہیں۔ سابعاً بڑوں کے درمیان غلط فہمیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ غلط فہمیاں نبیوں، صحابیوں، ولیوں اور اہل بیت کے درمیان بھی ہوتی رہی ہیں۔ انکی بنا پر اپنے سے بڑے بزرگوں پر زبان درازی کرنا درست نہیں۔ ثامناً اگر تفصیلی دلائل کسی کی سمجھ میں نہ بھی آئیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ ادب کا دامن نہ چھوڑا جائے۔ غلطی سے کسی کی بے ادبی کرنے سے، غلطی سے کسی کا ادب کرنا بہتر ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی بات میں صحت کا پہلو تلاش کر کے اسے کفر کے فتوے سے بچانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کسی نے دوسرے کو کافر کہا اور وہ فی الواقع کافر نہیں ہے تو اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا (مسلم جلد ۱ صفحہ ۵۷)۔ بعض بد قسمت لوگ حضرت امیر معاویہ ؓ کو جہنمی ثابت کرنے کیلئے جتنی محنت سے کام لے رہے ہیں اس قدر محنت اور تکلف ویسے ہی جائز نہیں ہے، خواہ کسی عام آدمی کے خلاف کیوں نہ ہو۔ چہ جائیکہ حضرت امیر معاویہ ؓ تو پھر بھی ایک صحابی ہیں اور انکے بے شمار فضائل احادیث میں بیان ہو چکے ہیں۔ خوب سمجھ لیجیے یہ جملہ بہت قیمتی ہے۔ ابن عساکر نے ابو زرہ رازی سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک آدمی نے کہا کہ میں معاویہ سے بغض رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا کس وجہ سے؟ اس نے کہا اس لیے کہ اس نے علی سے جنگ لڑی تھی۔ ابو زرہ نے فرمایا تیرا خانہ خراب، معاویہ کا رب رحیم ہے اور معاویہ سے جنگ کرنے والا علی کریم ہے۔ تمہیں ان دونوں کے درمیان پنکا لینے کی کیا ضرورت ہے (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳)۔

نوٹ:- حضرت امیر معاویہ ؓ کی شان میں اور آپ پر وارد کیے جانے والے اعتراضات کے رد میں مندرجہ ذیل کتب لکھی جا چکی ہیں۔ مگر افسوس کہ مکار لوگ بار بار انہی گھسے پٹے سوالات کو دوہراتے رہنے کے عادی ہیں۔

- ۱۔ دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب
- ۲۔ النار الحامیہ لمن ذم المعاوۃ حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی
- ۳۔ سیدنا امیر معاویہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی
- ۴۔ ناہیہ عن ذم معاویہ حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی
- ۵۔ تطہیر الجنان حضرت علامہ ابن حجر مکی علیہم الرحمۃ

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

☆.....☆.....☆

نعت شریف

قرآن میں بیان پروردگار ہے

کہ میرے نبی پہ سارا دار و مدار ہے

تیری وجہ سے مانا تیرے صحابیوں کو

طاہر تیرا گھرا نہ دل کا قرار ہے

مولا علی کے صدقے صدیق پر میں قرباں

اک لاڈلا ہے تیرا اک یار غار ہے

کوئی چار کا ہے دشمن کوئی پنج کا ہے منکر

سب کا ادب کرے جو محمد کا یار ہے

نعرہ حیدری پر ایمان ہے ہمارا

پہلے مگر پیارا حق چار یار ہے

تیری فاطمہ ہے بیٹی تیری عائشہ ہے زوجہ

اک تیرے تن کا ٹکڑا اک رازدار ہے

تیری گلی کے کتوں پر جان و جگر فدا ہے

میری نظر کا سرمہ اُن کا غبار ہے

بے ادب کر رہے ہیں دعوے محبتوں کے

جھوٹے فریبیوں پر لعنت ہزار ہے

مولا ادب سکھائے بے ادب نہ بنائے

اے قاسمی ادب میں ہی بیڑا پار ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ

